شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا نظریہ انسان کامل

Great Shaykh Muḥyiddin Ibn Arabi,s Theory of Perfect man

☆پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری

رئیس کلیہ فنون و سماجی علوم، جامعہ کراچی

☆☆ناظرہ سلطانہ

ریسرچ اسکالر شعبہ قرآن و سنہ، جامعہ کراچی

ABSTRACT:

IN THIS Articale, I have studied Ibn' Arabi's theory of Perfect Man. Because Ibn Arabi thinks that men have forgotten his past which was very glorious. The decline of Muslims position was very painful for shyakh Akber. He thinks every man can not be called "Caliph". The object of "Caliphate" is very for from the thoughts of a Man. Only a "Perfect Man" can be called "Caliph" other people should work under a "Perfect Man" If they want to achieve there previous position of Caliphate. He thinks except perfect Man everyone is animal. From Romi to Iqbal all muslim thinkers has derived their theories from Ibn Arabi's thoughts.

Key Words: Shyakh Akber, Ibn' Arabi, Perfect Man Caliphate.

ابن عربی کے فلسفے میں انسان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ انسان اس عالم میں ایسی ہستی ہے کہ اس کا جسقدر مطالعہ کیا جائے اسکی خوبیاں، خامیاں، کمزوریاں سامنے آتی چلی جاتی ہیں، انسان کا مطالعہ ہر زمانے میں ہوا، اور اب بھی اس کا مطالعہ جاری ہے، کوئی

ظاہری اعتبار سے انسان کا مطالعہ کر رہا ہے اور کوئی اسکی باطنی حیثیت کا تعین کرنے میں مصروف ہے اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ انسان کا مطالعہ بھی انسان ہی کر رہا ہے کوئی اور مخلوق اس کا مطالعہ کرنے سے قاصر ہے۔

ماہرین فلسفہ مختلف زاویوں سے یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انسان آخر ہے کیا؟ کوئی اسکی جذباتی کیفیت کا مطالعہ کر رہا ہے تو کوئی اخلاقی نقطہ نظر سے، کوئی اسکی اصلاح کی کوششوں میں مصروف ہے اس قسم کے مختلف النوع فکر مطالعہ نے انسان کو الجھا کر رکھ دیا ہے، دور جدید اگرچہ ایک ترقی یافتہ دور ہے اسکے باوجود اس سوال کا جواب ملنا کہ انسان کیا؟ انتہائی مشکل دکھائی دیتا ہے، ہم انسان کا مطالعہ ماضی کا سہارا لیے بغیر نہیں کر سکتے فلسفہ اسلام میں انسان کے مطالعے کو انتہائی اہم قرار دیا گیا ہے، متعدد مسلم فلاسفہ اور صوفیاء نے انسان کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا، جس میں امام غزالی، امام رازی، ابن سینا اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی شامل ہیں، امام غزالی اور شیخ اکبر کے افکار سے مدد لیے بغیر انسان کو سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ انھوں نے انسان کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیا ہے، غزالی نے اپنے مطالعے کی بنیاد قلب سے انسانی یعنی دل کو قرار دیا ہے کیونکہ دل کے بارے میں انکا نقطہ نظر ہے کہ "جسم دل کی مملکت ہے اور اس مملکت میں دل کے مختلف لشکر ہیں" وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا تیرے پروردگار کے لشکر کو مگر وہی۔[1]

امام غزالی نے دل کو اپنے مطالعہ کا موضوع اسلیے بنایا کہ انکے مطابق دل کو صرف آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جبکہ ابن عربی کا تصور انسان انتہائی وسیع اور ہمہ گیر ہے، انکی تصانیف میں اکثر کا موضوع انسان ہے اور جہاں کہیں انسان کا ذکر ہے وہاں تکرار خیال کے بجائے ایک نیا نکتہ سامنے آتا ہے، معرفت انسان میں شیخ کو ید طولیٰ حاصل ہے، انکے بعد انسان پر جو کچھ بھی لکھا گیا اسمیں شیخ کی تحریروں کی جھلک دکھائی دیتی ہے، انھوں نے اپنی تحریروں میں کسی پر تنقید کرنے کے بجائے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔

ابن عربی انسان پر گفتگو کا آغاز اسکی تخلیق سے کرتے ہیں اسکے بعد موت تک جتنے مراحل سے انسان گزرتا ہے سب بالتفصیل زیر بحث لاتے ہیں انکی تصانیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر تصنیف اپنے موضوع پر مکمل اور جامع ہے وہ انسان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن سے ساری کائنات کو مکوّن فرمایا اور تمام موجودات کو اسکے ذریعہ ظہور بخشا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالی نے تمام عالم کو ندا دی تو وہ سب جمع ہو گئے اس جمعیت کا مجموعہ انسان جو کہ اس عالم کا خزانہ ہے تمام عالم اس خزانے کی طرف متوجہ ہو گیا تا کہ وہ اس بات کا مشاہدہ کرے کہ ندائے حق کے نتیجے میں ان تمام حقائق سے کیا ظاہر ہوتا ہے تو عالم نے یہ دیکھا کہ انکے ایسی صورت ظاہر ہوئی جسکی صورت مناسب، راست، قد و قامت میں خوب، مستقل، متحرک، صحیح سمت میں گامزن ہے، عالم نے اس صورت انسانیہ کی مثل کوئی صورت نہیں دیکھی۔ ۳؂

اس پر یہ آیت مبارکہ دلالت کرتی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

ترجمہ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ ۴؂

ابن عربی کے نزدیک انسان کی اقسام:

ابن عربی کے افکار کو انکو دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں انسان کامل اور انسان حیوان یا انسانِ ناقص، انسان میں کمال اور حیوانیت دونوں صفات پائی جاتی ہیں انسانِ حیوان کی خصوصیات شیخ اسطرح بیان فرماتے ہیں "انسان حیوان وہ ہے جو حقائق و معارف کے فقدان کی وجہ سے اللہ سے دور ہیں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ بزعم خود وہ اللہ سے انتہائی قریب ہیں مگر انکے ایمان کا اعتبار نہیں کیونکہ اپنے عقائد میں فساد اور چالباز طبیعتوں کی وجہ سے شیطان کی قربت نے انکو حیوان سے بدتر کر دیا ہے۔" ۵؂

جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہے: اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔

ترجمہ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ ۶؂

گویا انسان حیوان اپنے نفس کی ملکیت ہوتا ہے یعنی نفس کا غلام وہ اللہ کے انعامات سے غافل ہوتا ہے اس سے سرزد ہونے والے اعمال و افعال اسکی خواہشات اور میلانات کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ ۷؂

"کامل اور ناقص انسان اگرچہ انکو دوسرے کے مشابہ ہیں لیکن باطنی اعتبار سے انکے مرتبے کو بہت فرق پایا جاتا ہے، جیسے بندر ظاہری اعضاء میں انسان کے مشابہ ہے مگر بندر وہ سارے کام نہیں کر سکتا جو انسان کرتا ہے" ۸؂

انسان کامل کو ایک خاص صورت پر پیدا کیا گیا ہے جبکہ انسان حیوان کی یہ کیفیت نہیں ہے اسے کمال صورت عطاء ہوتی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عند اللہ بھی افضل اور برتر ہے۔۹۔

انسان کامل کی اصطلاح کا استعمال ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوا اور ابن عربی نے ہی سب سے پہلے اس کا استعمال کیا بعد میں انکی تقلید میں عبدالکریم جیلی، عزیز الدین نسفی اور دیگر صوفیاء نے اس لفظ کا استعمال کیا۔ 'انسان کامل اسکو کہتے ہیں جو جمیع عوالم الٰہیہ وکونیہ جزئیہ وکلیہ کا جامع ہو''۱۰۔

عبدالکریم جیلی کے نزدیک ''انسان کامل بجائے خود ایک عالم ہے انسان کی ہستی ذات باری کی خارجی شکل ہے انسان خدا اور کائنات کے درمیان ایک رابطہ ہے اس کے علاوہ کسی مخلوق میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن سکے انسانِ کامل کی زندگی آئین الٰہی کے مطابق ہوتی ہے اشیاء کی حقیقت کا راز اسکی ذات پر منکشف ہو جاتا ہے۔''۱۱۔

عزیز الدین نسفی انسان کامل کی خصوصیات یوں بیان کرتے ہیں: انسانِ کامل میں ان چار عناصر کا ہونا ضروری ہے، اچھے اقوال، اچھے افعال، اچھے اخلاق اور معرفت کا حامل ہونا، جن میں یہ خصوصیات ہوں ان کو ہادی، پیشوا شیخ، امام خلیفہ، قطب، صاحب، زمان، دانا، بالغ، کامل، مکمل القاب سے یاد کیا جاتا ہے ایسے کامل حضرات سے دنیا کبھی خالی نہیں ہوتی۔۱۲۔

رومی کہتے ہیں ''کامل آدمی اگر مٹی کو ہاتھ لگائے تو وہ سونا ہو جاتی ہے، ناقص آدمی اگر سونا اٹھائے تو راکھ ہو جاتا ہے، مرد خدا چونکہ مقبولِ حق ہوتا ہے اسلیے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اسکے پاس آکر جہالت دانائی بن جاتی ہے'' ۱۳۔

انسانِ کامل اپنی ذات میں پوری کائنات ہوتا ہے کیونکہ اسمیں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ کائنات کا نظام چلائے، قوانین کا نفاذ کرے، اسکے تمام افعال رضائے الٰہی کے لیے ہوتے ہی ہیں۔ ''انکی عالم حقیقت تک رسائی ہوتی ہے ماسویٰ اللہ ہر شے پر انکو تعرف حاصل ہوتا ہے اسی لیے یہ رجال اللہ کہلاتے ہیں، ان سے مراد حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کرام کا خاص طبقہ ہے یہ دعوت الی اللہ میں مشغول رہتے ہیں یہ حضرات لوگوں کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہ دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے بذاتِ خود مقصد نہیں ہے اور یہی لوگ انسان کامل ہیں''۱۴۔

شیخ اکبر کا نظریہ انسان کامل:

ابن عربی کی فکر میں انسانِ کامل کا نظریہ اتنا غالب اور حاوی رہا ہے کہ اسے تصوف کا سیر معتبر قرار دیا گیا ہے انسان کامل کلمۂ الٰہی بھی ہے اسمائے الٰہی کا جلوۂ تام بھی ہے، پوری کائنات کی وحدت اسمیں سمائی ہوئی ہے، وہ کائنات کا بھی کامل ترین مثالی نمونہ ہے اور آدمی کا بھی جس کی بدولت آدمی جو کونِ صغیر (چھوٹی کائنات) ہے ان جملہ امکانات سے مایہ دار ہے جو کائنات میں پائے جاتے ہیں، کون صغیر اور کون کبیر (کائنات) ایک دوسرے کے اسی طرح روبرو ہیں جس طرح دو آئینے آمنے سامنے ایک دوسرے میں پرتو ریزی کر رہے ہیں جبکہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی جگہ اس کامل ترین نمونہ مشترک کا ترجمان ہو جو انسان کامل ہے۔ ۱۵

فصوص الحکم جسکو تصوف کی قصص الانبیاء کہہ سکتے ہیں میں شیخ اکبر نے ستائیس فصوص درج فرمائی ہیں ہر محض کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کا ذکر ہے شیخ نے ان فصوص کی مدد سے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام انبیاء اپنے اپنے دور کے لحاظ سے انسان کامل ہیں "سب سے پہلی شخصیت حضرت آدم علیہ السلام کی ہے جن کا ذکر فص اول کلمۂ آدمیہ میں کیا ہے یہی خلیفہ اول ہیں جنھیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ انسان کامل کا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا میں قوانین خداوندی کے تحت امارت اور حکومت کا انتظام چلائے" ۱۶

شیخ فرماتے ہیں کہ عالم انگوٹھی کی طرح ہے اور انسان کی حیثیت اس انگوٹھی میں نگینہ کی سی ہے ہر انسان کا دل جو معرفت الٰہی سے لبریز ہو اسے فص کہا جاتا ہے اس کا دل حکمتِ مخصوصہ کا محل ہوتا ہے کاملین کے قلوب حکمتوں کا مسکن ہوتے ہیں ہر نبی کو انکو مرتبۂ کمال حاصل ہوتا ہے۔ ۱۷

انسان کامل ظل اللہ اور اللہ کا نائب ہے یعنی انسانِ کامل کی ذمہ داریاں اپنے مرتبے کے لحاظ سے انسان ناقص سے زیادہ ہوتی ہیں انسانِ کامل کی زبان اور تمام قوی سے سوائے حق کے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی لہذا جب اللہ نے یہ چاہا کہ مخلوق اسے پہچانے تو اس نے اس معرفت کے لیے انسان کامل کا انتخاب کیا۔ (۱۸)۔ حدیث قدسی ہے: کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ خَلْقاً۔

ترجمہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں اسنے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو تخلیق کیا۔ ۱۹

انسان کامل کو اللہ تعالیٰ سے خاص نسبت حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی تخلیق کو اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف منسوب کیا چنانچہ فرمایا: لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔

ترجمہ: جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ ۲۰

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو اپنی صفاتِ جمال اور جلال دونوں کا مظہر بنایا۔ "انسان کو دو کامل نسبتیں حاصل ہیں ایک نسبت اسے حضرت الٰہیہ کی طرف لے جاتی ہے اور دوسری نسبت اس کا رابطہ اس دنیا سے رکھتی ہے" ۲۱

فصوص الحکم جو انسان کے موضوع پر ایک دائرہ معارف ہے اسمیں انسان کے بدلتے ہوئے حالات اور اسکے درجات سے بحث کی گئی ہے فصوص کی روشنی میں انسان کامل کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) انسانِ کامل خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(۳) انسانِ کامل اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔

(1) انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے:

خلافت وہ حقیقت ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی اس کا دارومدار اللہ کی عطا اور اس کے فضل پر ہے: فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔

استعداد خلافت صرف انسان کے لیے خاص ہے اگرچہ انسان میں پیدائشی طور پر خلافت کی صلاحیت موجود ہے مگر اس صلاحیت کے استعمال کی قوت ہر انسان میں تمام وکمال موجود نہیں ایسے لوگ خال خال پائے جاتے ہیں جن کو اس درجہ کمال حاصل ہو، کیونکہ خلافت ایک معنوی صفت ہے، اس خلافت کی خصوصیت یہ ہے کہ خلیفہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ انصاف کرے اور خواہشات کی پیروی نہ کرے اکل حلال کھائے اور عمل صالح کرے۔ ۲۲

ہر نبی خلیفۃ اللہ ہے اور انبیاء کے بعد ہر انسان اللہ کی زمین پر اس کا خلیفہ ہے اور اپنے تمام کمالات وجودیہ کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کا انتخاب کیا، اور انبیائے کرام انسان کامل کی اعلیٰ ترین صورت ہیں چنانچہ حضرت آدم کی تخلیق کا ذکر قرآن میں اسطرح ہوا ہے: اِنِّيۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً۔

ترجمہ: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ ۲۳

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے ارشاد ہوا:اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۔

ترجمہ: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں ۲۴۔

حضرت داؤد کے لیے فرمایا: یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ ۔

ترجمہ: اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ ۲۵۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسانِ کامل زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے، وہ احکام الٰہیہ کی پیروی کرتا ہے اور ان کا نفاذ کرتا ہے "انسان وہ واحد مخلوق ہے جسے پیدا فرما کر اللہ نے اس عالم کا امام قرار دیا اسلیے اسمائے الٰہیہ کا علم عطا فرمایا گیا، دوسرا شرف یہ ہے کہ سجدۂ ملائکہ کے سبب اسے عزت حاصل ہوئی اور فرشتوں کو انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کے بارے میں بتایا جس سے فرشتے ناواقف تھے، اسکی ذات سے عالم کو مکمل کیا گیا" ۲۶۔

تدبیر عالم کی صلاحیت اس انسان کامل میں بتمام وکمال موجود ہوتی ہے، انسان کامل ہی اس عالم کی حفاظت کر سکتا ہے، اسکے علاوہ وہ جو بھی ہے وہ دنیا میں خرابیاں پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ ۲۷۔

حفظِ عالم کے لیے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے پس جبتک کہ عالم میں انسانِ کامل رہے گا اسوقت تک عالم ہمیشہ محفوظ ومامون رہے گا۔ ۲۸۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں انسان ادارے میں سب سے پہلے اور ایجاد میں سب سے بعد ہے صورت سے ظاہر اور سورت معنی منزلت سے باطن ہے، یہ اللہ کے لئے عبد ہے لیکن اس کائنات کے لیے رب ہے اسی لیے اس نے انسان کو خلیفہ بنایا ہے اور اس کے بیٹے خلفاء ہیں، اسی خلافت کے سبب کائنات میں انسان کے سوا کسی نے ربوبیت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ یہ قوت اسی میں بھی اور کائنات میں کسی نے اپنے اندر عبودیت کو اس قدر مستحکم نہ کیا جتنا انسان نے کیا۔ ۲۹۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو اپنی صورت پر پیدا کیا:

اللہ نے انسان کامل کو اپنی صورت سے مخصوص کیا فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ"

ترجمہ۔ بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق کیا۔ ۳۰۔

ایک روایت میں ہے "الرحمن کی صورت پر" اللہ تعالیٰ نے اسے کائنات میں مقصود وغائت بنایا جیسا کہ نوع انسانی میں نفس ناطقہ (روح) کو غایت بنایا اسی سبب انسان کے چلے جانے سے یہ دنیا بھی ختم ہو جائے گی اور اس کے لیے آباد کاری آخرت میں منتقل ہو جائے گی۔ ۳۱۔

اللہ کی صورت پر ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو متضاد قوتوں کے ساتھ تخلیق کیا ہے "اللہ نے اپنے نفس کو ظاہر اور باطن کی صفت سے موصوف کیا ہے اسی واسطے عالم کو عالم غیب اور عالم شہادت بنایا ہے اور اپنے رضا اور غضب سے موصوف کیا ہے اسی لیے عالم کو درمیان خوف اور امید کے بنایا ہے، پس ہم اس کے غضب سے ڈرتے ہیں اور اسکی رضا کے امیدوار ہیں، اور اپنے کو جمال اور جلال سے موصوف کیا ہے پس انھیں دو صفتوں کو دو ہاتھوں سے تعبیر کیا ہے اور یہی دو صفتیں اللہ تعالیٰ سے انسان کی خلقت پر متوجہ ہوئیں کیونکہ انسان کامل عالم کے حقائق اور مفردات کا جامع ہوا ہے" ۳۲۔

(۳) انسان کامل صفات الٰہیہ کا مظہر ہے:

انسان اسماء صفات الٰہیہ صفات الٰہیہ کا جامع مظہر ہے اور اس اکیلے میں وہ تمام صفات جلوہ گر ہیں جو متفرق طور پر تمام عالم اور اسکے اجزء میں پائی جاتی ہیں، سب سے پہلی چیز اسمیں یہ ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی کی طرف راجع ہے، دوسری چیز اسمیں یہ ہے کہ وہ حقیقت الحقائق کی طرف راجع ہے تیسری چیز یہ ہے کہ وہ طبیعت کلیہ کی طرف راجع ہے جو وجود کی تمام صورتوں کو قبول کرتی ہے خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا اسفل ہوں چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ عنصری جہت بھی رکھتا ہے جسکو جسم بشری کہتے ہیں، اسے شیخ حامل اور صاف سے تعبیر کرتے ہیں پس انسان میں جسم بھی ہے طبیعت بھی ہے، عقل بھی ہے، روحانیت بھی ہے ان صفات کی جامع کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے۔ ۳۳۔

لہٰذا حق نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سوائے انسانِ کامل کے اپنے اسماء وصفات کی کسی اور چیز کو نہ دیکھے گا۔ ۳۴۔

انسان کامل عہد اول یعنی میثاق ازل پر سختی سے کاربند رہتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا خواہش مند رہتا ہے وہ قلم سلیم کا مالک ہوتے ہوئے حالت فطرت پر قائم رہتا ہے اسکو حق تعالیٰ کی جانب سے جو استعداد عطا ہوتی ہے وہ اسقدر صاف شفاف ہوتی ہے جو ہر طرح کے نقائص اور آفات سے پاک ہے یوں وہ فطری عہد توحید کی حفاظت کرتا ہے اس طرح وہ ان لوگوں کی مخالفت کرتا ہے جو جسم کی محبت میں مشغول رہتے ہیں نفسانی اغراض کی تکمیل میں سرگرداں رہتے ہیں کیونکہ خواہشاتِ نفسانی کے پیرو ایسے دلائل و براہین نظریہ کی تلاش میں رہتے ہیں جنکی مدد سے وہ توحید میں غور و فکر کرنے والے پر تنقید کر سکیں، جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ اپنی خواہشات

نفسانی کی تکمیل میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ توحید کی بجائے شیطان کی راہ پر چل پڑے اور ان کی یہی مصروفیات انکے لیے حجاب بن گئی۔۳۵۔

ان حجابات سے نجات حاصل کر کے ہی انسان عرفات الٰہی حاصل کر سکتا ہے یہ وہ حجابات ہیں جنکی وجہ سے انسان اپنی اصل بھول جاتا اسطرح وہ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ پاتا اور بجائے کمال کے پستی میں چلا جاتا ہے، شیخ نے ان ان حجابات سے نجات کا طریقہ کار وضع کیا ہے اور حصولِ کمال کے لیے چند اُصول وضع کیے ہیں، جن کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن عربی کے نزدیک انسان کامل بننے کا نسخۂ کیمیا:

انسانِ کامل کی حیثیت عالم میں وہی ہے جو نفس ناطقہ (روح) کی عام انسان میں ہے، یہ ایسا کامل ہے کہ اس سے اکمل کوئی نہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ اس عالم کے تمام کاملین کے سردار ہیں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کے سردار ہیں یہی عالم کی عنایت ہیں روحانی قوت کا یہ کمال صرف انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوتا ہے، ان کے ورثاء ان کے کمال کا پرتو ہوتے ہیں، وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت عالم میں روح کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ وہ سید الناس ہیں اس کا مطلب ہے کہ سید عالم ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل جمیع مخلوق الٰہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ سب جمع کر دیئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے"۳۶۔

انبیاء علیہم السلام جب تک اس دنیا میں موجود رہے انسان کامل وہی تھے اب یہ مقام انکے ورثاء (علماء اولیاء) کو حاصل ہے، انبیاء کرام کے وصال ظاہری کے بعد اگرچہ انسان کامل کے منصب پر انکے ورثاء فائز ہو گئے، لیکن ورثاء کو دو اختیارات حاصل نہیں ہیں، ایک وہ شریعت کا کوئی حکم منسوخ نہیں کر سکتے دوسرے ان پر کتاب کا نزول نہیں ہو سکتا، ولائیت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی شریعت کی تبلیغ کرے اسی کو نافذ کرنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے اس طرح اسے میراث نبوت حاصل ہو گی، بحیثیت وارث اسکی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت کی حفاظت کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، جو ختم نبوت کی مخالفت میں دلیل ڈھونڈے شیخ کے نزدیک اسکی دلیل ساقط ہو گی۔۳۷۔

ابن عربی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کامل کا تصور قرآن میں موجود ہے انھوں نے اس بات کی تفصیل سے وضاحت کر دی ہے کہ انسان کامل کی اعلیٰ ترین شکل نبوت کے ساتھ گزر چکی ہیں مگر انکی میراث حاصل کر کے انسانِ کامل کی زمرے میں شامل ہونا ہر زمانے میں ممکن ہے، بطور دلیل وہ سورۂ انفال کی آیت پیش کرتے ہیں، آیت میں الرسول سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تمام مومنین کو آیت کریمہ میں بطور خاص تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو فوری قبول کریں کیونکہ انکی تعمیر ذات کے لیے یہ قبولیت بہت ضروری ہے اس پکار کو قبول کرنے والا کس طرح انسان کامل بن سکتا ہے اس بات کو شیخ نے بہت خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ آیت مبارکہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ اور اسکے رسول کے بلانے پر حاجر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشے گی۔

ابن عربی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد ہے کے اے غیب کے ساتھ ایمان لانے والو! جب اللہ اور اس کا رسول تمھیں بلائیں تو تزکیہ اور تصفیہ کے ساتھ حاضر ہو جاؤ وہ علم حقیقی سے تمھارے قلوب کو زندگی عطا فرمائیں گے، جب تمھیں اسکی طرف بلایا جائے تو سلوک کے ساتھ حاضر ہو جاؤ تاکہ تمھیں زندگی ملے۔٣٩

ہر عبد کے لیے آخرت میں حق تعالیٰ کی رویت کی تعداد اسی قدر ہو گی جس قدر اس نے تمام ماسودات میں حق تعالیٰ کی مجالت اور منہیات سے اجتناب کا کشف وسہو کے حوالے سے شرف پایا، پس طاعات کی زیادتی کی بدولت رویت و معرفت زیادہ ہو گی جبکہ ممنوعات کے ارتکاب کی وجہ سے کم ہو گی، تمام آئینوں سے زیادہ کامل آئینہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام آئینوں پر حاوی ہے اور مرتبہ میں اس سے نیچے وہ ہے جو اپنے رب کو انبیاء میں سے کسی نبی کے آئینے میں دیکھتا ہے پھر اولیاء میں سے کسی کے آئینے میں دیکھنے والا، پس معلوم ہوا کہ کامل وہ ہے جو ایسی جگہ کبھی قدم نہیں رکھتا جہاں اسے اپنے نبی کا قدم نظر نہ آئے۔٤٠

اگر مومن اطاعت نبوی میں کمال حاصل کر لے تو اسکی زندگی میں ایک ایسا مقام آتا ہے جب بندے کے تمام اعضائے جسمانی عین حق ہو جاتے ہیں، انسان اگرچہ اپنے اعضاء سے ہی کام لیتا ہے مگر سوائے حق کے وہ ان سے کوئی کام نہیں لیتا، جیسے کہ ایک

حدیث قدسی میں ہے: مَازَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حَتّٰی اَحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُه كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصِرُبِهٖ ۔

مفہوم حدیث ہے جب میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرلیتا ہے تو اسکے قویٰ جن سے وہ کام لیتا ہے عین حق ہو جاتے ہیں یہاں ابن عربی نے اپنے معترین کا ایک اشکال رفع کیا ہے اور انسانی قویٰ عین حق کس طرح ہو جاتے ہیں اپنے اس موقف کی وضاحت انھوں نے اس حدیث مبارکہ سے کی ہے، اگر اس مقام پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں، مزید برآں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ۴۱ ؎: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَاتَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: اللہ تمھارا اور تمھارے اعمال کا خالق ہے۔ ۴۲ ؎

"اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ اور ان کا سبب بندہ ہے یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور ثواب و عذاب کی ترتیب اسی کسب کی وجہ سے ہے۔ ۴۳ ؎ (۲۱۹۔ جلد (۲۳)۔ فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان فیض بخش اویسی ۱۹۸۹ء مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان)"

العقائد النسفیہ میں ہے: بندوں کے تمام افعال (ایمان، کفر، طاعت، عصیان) سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں اسی پر اجماع ہے۔ ۴۴ ؎

اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ اکبر ایک لطیف بحث کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ یہ بتاتے ہیں کہ تمام اعمال انسانی اعضاء کے مرہون منت ہوئے ہیں، جتنے اعمال انسان سے صادر ہوتے ہیں ان سب میں بقدر ضرورت اعضاء مصروف ہوتے ہیں انسانی عمل کی اضافت اگرچہ انسان کی طرف ہے مگر اہل حق کا عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے جسکے نتیجے میں انسانی قویٰ پر حق کا اطلاق اسلیے ہوتا ہے کہ وہ تجلیاتِ حق کا مظہر ہو جاتے ہیں۔ ۴۵ ؎

راہِ سلوک پر چل کر انسانِ کامل بننے کے خواہش مند مومن کے لیے ابن عربی نے جو رہنما اصول ترتیب دیئے ہیں، وہ یہ ہیں (۱) عزت یا تنہائی (۲) خاموشی (۳) شب بیداری (۴) جوع (بھوک)۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر عمل کیے بغیر انسان کامل بننے کا تصور محال ہے۔ اگر ان اصولوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بھی یہ تمام اصول مل جائیں گے۔

خاموشی:

صمت خاموشی لوگوں سے گفتگو ترک کر دینا، دل کے ساتھ ذکر میں مشغول ہونا اور زبان سے بات کرنے کے بجائے دل سے بات کرنا ہے مگر وہ امور زبان سے ادا کرنا ہونگے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کیے ہیں مثلاً نماز میں تلاوت تکبیر، تسبیح واذکار، دعا، تشہد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و شریف پڑھنا واجب امور سے ہے۔[۴۶]

"خاموشی دو قسم کی ہے (۱) اپنی زبان کو خاموش کرنا کہ وہ اللہ کی بات کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ کرے (۲) اپنے دل کو خواطر کے وارد ہونے پر خاموش کرنا۔"

پس جسکی زبان خاموش ہوئی پر دل خاموش نہ ہوا اس کا بوجھ ہلکا ہوا۔ جس کا دل اور زبان دونوں کاموش ہوئے اس پر راز ظاہر ہوا اور رب کی تجلی ہوئی، جس کا دل خاموش ہوا پر زبان خاموش نہ ہوئی وہ حکمت کے موتی بکھیرے گا، زبان کی خاموشی ارباب السلوک اور عوام کی منازل میں سے ہے، جبکہ دل کی خاموشی مقربین جو کہ اہل مشاہدات ہیں کی صفات میں سے ہے، ارباب سلوک کی خاموشی آفات سے سلامتی ہے اور مقربین کی خاموشی مانوسیت بھری باتیں ہیں۔[۴۷]

گوشہ نشینی یا تنہائی:

گوشہ نشینی مرید کو ہر مذموم صفت سے نکال دیتی ہے اور بندے کے دل سے ہر اس تعلق کو ختم کر دیتی ہے جو اسکے رب کے ذکر کے درمیان حائل ہوتا ہے، اسے صرف ایک فکر ہوتی ہے کہ اس کا تعلق باللہ قائم رہے، تنہائی دو قسم کی ہے ا۔ مریدین کی تنہائی یہ لوگوں سے بدن کی تنہائی ہے

(۲) محققین کی تنہائی یہ کائنات سے دل کی تنہائی ہے کیونکہ محققین کا قلب اللہ کے علم کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہوتا جس میں مشاہدے سے حاصل حق کا شاہد ہوتا ہے، سب سے بلند تر شخص وہ ہے جو اپنے نفس سے تنہائی کو فوقیت دی اس نے اپنے رب کو لوگوں پر فوقیت دی، جو صرف رب کا ہی ہو کر رہ گیا تو کوئی نہیں جانتا کہ اللہ اس کو، کون کون سے راز اور مواہیب عطا کرے گا تو جس نے تنہائی اختیار کی وہ خدائی وحدانیت کے رازوں پر کھڑا ہے جس کے نتیجے کے طور پر اسے معرفت اور احدیت کے رازوں کے راز یہ چلیں گے، تنہائی کے احوال سے مراد بشریت کے اوصاف سے تنزیہ ہے چاہے تنہائی اختیار کرنے والا مریدین میں سے ہو یا محققین میں سے ہو اور تنہائی کا بلند ترین حال خلوت ہے تنہائی معرفت دنیا کا وارث بناتی ہے۔[۴۸]

بھوک یا فاقہ کشی:

بھوک اس خدائی راستے کا تیسرا رکن ہے جو کہ چوتھے رکن (شب بیداری) کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہے، جیسے خاموشی تنہائی میں شامل بھوک دو طرح کی ہے (۱) اختیاری بھوک یہ سالکین کی بھوک ہے (۲) اضطراری بھوک یہ محققین کی بھوک ہے، بے شک محقق اپنے آپ کو بھوک میں نہیں ڈالتا لیکن اگر وہ مقام انس میں ہو تو اپنا کھانا کم کر دیتا ہے اور اگر وہ مقام ہیبت میں ہو تو اپنا کھانا زیادہ کر دیتا ہے، سالکین کا کھانے میں زیادتی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ سے دور ہیں اس نے انہیں اپنی جناب سے دھتکار دیا ہے اور ان پر شہوت نفس اپنی حیوانی قوتوں کے ساتھ غالب ہے سالکین کا کھانے میں کمی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدائی تشنگی کے جھونکے انکے دلوں پر وارد ہیں جسکی وجہ سے وہ اپنے اجسام کی خواہشات بھول چکے ہیں۔

بھوک ہر حال اور سب سے محققین کے سرار اور سالکین کے احوال میں اضافے کا باعث بنتی ہے جبتکہ کہ اس میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کیا جائے سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کی اجازت کے بعد ہی اپنے آپ کو ایسا بھوکا کارکھے جو اس کے احوال میں ترقی کا باعث ہو، بھوک سے کچھ احوال اور مقام جنم لیتے ہیں، سالکین کی بھوک کے احوال میں خشوع، مسکینی، عاجزی، محتاجی، فضولیات سے بچنا اور شیطانی خواطر سے بچنا اہم ہیں۔ ۴۹

شب بیداری:

بیداری دو طرح کی ہے:

(۱) آنکھ کا جاگنا (۲) دل کا جاگنا۔

دل کے جاگنے سے مراد مشاہدات کی طلب میں غفلت کی نیند سے بیداری ہے اور آنکھ کا جاگنا دل میں ہمت پیدا کرنے کے مترادف ہے جو کہ رات کی بات چیت میں معاون ہوتا ہے، جب آنکھ سو جاتی ہے تو دل کا کام بھی رک جاتا ہے۔ بے شک دل آنکھ کے سونے سے سوتا نہیں لیکن وہ صرف سوئی ہوئی آنکھ کا مشاہدہ کر سکتا ہے اور کچھ نہیں، بیداری کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دل مسلسل اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور اللہ کے حضور بلند منازل طے کرتا رہتا ہے سالک اور محقق کے لیے بیداری کا مطلب اپنے وقت کو تعمیری کام میں صرف کرنا ہے مگر محقق ربانی کے حال میں ہوتا ہے جو کہ سالک نہیں جانتا اور اس کا مقام "مقام قیومیت" ہے، شب بیداری معرفت نفس کا وارث بناتی ہے۔ ۵۰

سلسلۂ کبریہ میں تربیت کی ابتداء انہی چار اصولوں سے ہوتی ہے۔ ان سے پہلے ان اصولوں کو شیخ ابو طالب مکی نے بھی اختیار کیا ہے اس ضمن میں شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں: یہی وہ چار صفات ہیں جو نفس کے لیے قید و بند کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کے ذریعہ نفس کو مارنا اور قید کرنا صفات نفس کو کمزور کر دیتا ہے۔ ۵۱

جب نفس کمزور ہو جائے تو کمال کی ابتداء یہی سے ہوتی ہے، حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ساری بھلائیاں ان چار باتوں میں جمع ہو گئی ہیں اور ان ہی کے سبب ابدال ابدال بنتا ہے اور وہ یہ ہیں" (۱) پیٹوں کا خالی ہونا (۲) خاموشی (۳) شب بیداری (۴) لوگوں سے کنارہ کشی۔ ۵۲

اہل طریقت کے نزدیک دنیا سے قطع تعلق کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے جو عوام میں مشہور ہے بلکہ انکے نزدیک انسان کامل بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ دنیا میں اسطرح رہیں کہ آپ کا تعلق خالق و مخلوق دونوں سے رہے، اگر ان چار اصولوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان پر عمل کرنے خالق اور مخلوق دونوں سے اپنا تعلق برقرار رکھ سکتا ہے، ان اصولوں کے مختصر فوائد یہ ہیں، خاموشی اختیار کرنے سے دوسرے ہماری زبان سے پہنچنے والی ایذا سے محفوظ رہتے ہیں، زیادہ بہتر یہی ہے کہ زبان کو فضول گفتگو سے بچا کر ذکر اللہ میں مصروف رکھا جائے، گوشہ نشینی اختیار کرنے سے انسان حجاباتِ غفلت سے محفوظ رہتا ہے اور زیادہ اسکی طبیعت عبادت الٰہی کی طرف مائل رہتی ہے مگر بعض دنیاوی مصروفیات جو انتہائی اہم ہیں انکی تکمیل کی غرض سے تنہائی وقتی طور پر موقوف بھی کی جاسکتی ہے، مثلاً حصول معاش کے لئے باہر نکلنا، اہل قرابت کے حقوق ادا کرنا، باجماعت نماز کے لیے مساجد کی طرف جانا وغیرہ۔

بھوک یا فاقہ کشی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے رکھتے جائیں تاکہ اسے ان لوگوں کی بھوک کا احساس ہو جسکے پاس اپنی بھوک دور کرنے کے وسائل نہیں، شب بیداری کا مطلب شیخ نے یہ لیا ہے کہ آپ اسطرح سوئیں کہ آپ کا دل بیدار رہے اور وقت ضرورت نیند سے بیدار ہو کر پورے جسم کو عبادت الٰہی میں مصروف کر دینا یہ بھی شب بیداری کی ایک قسم ہے جو ترقی درجات کے لیے اشد ضروری ہے کیونکہ نوافل، تلاوت قرآن بغیر شب بیداری کے ممکن نہیں شب بیداری کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ایک شخص پوری رات جاگتے اس کا انحصار جاگنے والے کی طاقت پر ہے، شیخ کے نزدیک یہ وہ چار اصول ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان دنیا میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور کمال کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔

خلاصہ

میں نے اس مقالے میں ابن عربی کے تصور انسان کا مطالعہ اس حیثیت سے کیا ہے کہ انسان کو اپنی عظمت رفتہ کا احساس ہونا ضروری ہے کیونکہ ابن عربی کا یہ تصور اب تک عوام سے پوشیدہ ہے۔ بحیثیت مسلمان ابن عربی نے انسان کے جس کردار کا تعین کیا ہے وہ انتہائی اہم ہے۔ شیخ اکبر نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ انسان خود کو خلیفہ تو سمجھتا ہے، مگر مقصدِ خلافت سے غافل ہے وہ اس بات کے سخت خلاف ہیں کہ ہر انسان کے لیے لفظ خلیفہ کا استعمال کیا جائے، خلیفہ کہلانے کا مستحق صرف انسانِ کامل ہے، بقیہ سب کے لیے انھوں نے انسان حیوان کا لفظ استعمال کیا ہے، انسانِ حیوان کو خلیفہ بننے کے لیے انسان کامل کے زیر تربیت ہونا چاہیے، اس مقالے میں ابن عربی کے اسی نقطۂ نظر کا سرسری جائزہ لینے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

ابن عربی کے تصورات کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ رومی سے اقبال تک کے تمام نظریات دراصل انھی سے مستعار لیے گئے ہیں، اس مقالے میں زیر بحث موضوعات کو عصر حاضر کی سماجی اور سیاسی ضروریات کے پیش نظر احسن پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مفروضہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جتنی گہرائی اور باریک بینی سے انکے افکار کا مطالعہ کیا جائے اتنے ہی موثر طریقے پر انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلو اجاگر ہونگے۔

حوالہ جات

(۱)الغزالی ابو حامد، انسان کی حقیقت مترجم عبد الواحد دیوبندی، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور ۲۰۰۵

(۲)القرآن۔ پ ۱۴۔ س ۱۶۔ آیت نمبر ۴۰

(۳)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی انسان کامل فارسی، ترجمہ گل بابا سعیدی، جامی خیابان دانشگاہ، تہران ۱۳۹۲۔ ص ۴

(۴)القرآن پ ۳۰۔ س ۹۵۔ آیت ۴

(۵)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، تفسیر ابن عربی جلد ۲، مترجم صائم چشتی، چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۲۰۱۹۔ ص ۲۱۴

(۶)القرآن، پ ۹۔ س ۷۰۔ آیت ۱۷۹

(۷)ابن عربی، محی الدین محمد ابن علی، الفتوحات المکیہ المجلد السادس، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۹۔ ص ع

(۸)ایضاً انسان کامل فارسی۔ ص ۵۰

(۹)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، الفتوحات المکیہ، مترجم فاروق القادری جلد سوم پروگریسو بکس لاہور ۲۰۱۴۔ ص ۴۳

(۱۰)عبد الصمد، شاہ محمد، اصطلاحات صوفیائ، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۱، ص ۱۲

(۱۱)رضوی، اظہر علی، ڈاکٹر، مسلم نفسیات کے خدوخال، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۹۷ئ۔ ص ۹۵

(۱۲)نسفی، عزیز الدین، انسان کامل، اشارات طہوری تہران ۲۰۱۱۔ ص ۸۴

(۱۳)ولی اللہ، میر، رومی، دوست پبلیکیشنز اسلام آباد ۲۰۰۹۔ ص ۴۷

(۱۴)الکبریٰ، نجم الدین، التاویلات النجمیہ المجلد اول، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۹۔ ص ۳۰۱۔

(۱۵)نصر، سید حسین۔ تین مسلمان فلسوف، مترجم پروفیسر محمد منور، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۷۔ ص ۱۵۱۔

(۱۶)ابن عربی، محی الدین، محمد بن علی، تفسیر رحمۃ من الرحمن جلد اول، تالیف محمود محمود الغراب آیت اشراق انتشارات ذوی القربیٰ قم ۱۳۸۸۔ ص ۹۶

(۱۷)القاشانی، عبد الرزاق، شرح القاشانی علی فصوص الحکم، المحقق عاصم ابراھیم الکیالی، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۷۔ ص ۲۱

(۱۸)ایضاً انسان کامل ص ۵۰

(۱۹)العجلونی، اسماعیل بن محمد بن عبد الھادی الشافعی، کشف الخفائ، المجلد الثانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸،

(۲۰)القرآن، پ ۲۳۔ س ۳۸، آیت ۷۵

(۲۱)ایضاً تفسیر رحمۃ من الرحمن جلد ع۔ ص ۵۱۸

(۲۲)ایضاً التاویلات النجمیہ جلد خامس ص ۱۸۴

(۲۳)القرآن پ ۱۔ س ۲۔ آیت ۳۰

(۲۴)القرآن پ ۱۔ س ۲۔ آیت ۱۲۴

(۲۵)القرآن پ ۲۳۔ س ۳۸۔ آیت ۳۸

(۲۶)ایضاً انسان کامل فارسی۔ ص ۱۱۴

(۲۷)بالی زادہ، مصطفی بن سلیمان، شرح فصوص الحکم۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۷۔ ص ۲۸

(۲۸)ابن عربی محی الدین محمد بن علی، فصوص الحکم، مترجم بابا ذہین شاہ تاجی، ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی کراچی ۱۹۸۱۔ ص ۵۹

(۲۹)ابن عربی محی الدین محمد بن علی، رسائل ابن عربی رسالہ نقش الفصوص، مترجم ابرار احمد شاہی ابن عربی فاؤنڈیشن پاکستان ۲۰۱۳۔ ص ۳۴۳

(۳۰)ایضاً۔ رسائل ابن عربی ۳۴۳۔

(۳۱)ایضاً رسائل ابن عربی ص ۳۴۳

(۳۲)ایضاً فصوص ترجمہ ذہین شاہ تاجی ص ۹۱

(۳۳)ایضاً ترجمہ فصوص ذہین شاہ تاجی ۴۲

(۳۴)جیلانی عبدالکریم بن ابراہیم، انسان کامل، مترجم فضل میران، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۰۔ ۳۹۲

(۳۵)ایضاً۔ تفسیر ابن عربی ترجمہ صائم چشتی جلد۔ ۲ ص ۸۳۶

(۳۶)امجد علی اعظمی، مفتی محمد، بہار شریعت جلد اول۔ مکتبہ المدینہ کراچی ۲۰۰۸۔ ۶۳ اور ۶۷

(۳۷)ایضاً انسان کامل فارسی / ابن عربی ۵۰ اور ۲۰

(۳۸)القرآن۔ پ ۹۔ س ۸۔ آیت ۲۴

(۳۹)ایضاً تفسیر ابن عربی جلد۔ ۲۳۳۲

(۴۰)شعرانی، عبدالوہاب، الیواقیت والجواہر، مترجم سید محمد محفوظ الحق چشتی نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۹۔ ۲۸۳۔ ۲۸۲۔

(۴۱)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، مشکاۃ الانوار فیما روی عن اللہ من الاخبار۔ مترجم ابرار احمد شاہی، ابن عربی فاؤنڈیشن پاکستان سن طباعت مذکور نہیں۔۔ ۲۰۴

(۴۲)القرآن۔ پ ۲۲۔ س ۳۷۔ آیت ۴۳

(۴۳)اویسی، فیض بخش، فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان جلد۔ ۲۳۔ مکتبہ اویسیہ ملتان ۱۹۸۹۔ ۲۱۹

(۴۴)لطیف عبدالناصر، العقائد النفیہ۔ نظامیہ کتاب گھر لاہور ۲۰۱۳۔ ۱۰۵

(۴۵)ایضاً الفتوحات المکیہ جلد ۷۔ ۳۰

(۴۶)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، الفتوحات المکیہ، ترجمہ صائم چشتی جلد ۵، چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۲۰۰۴، ۱۳۵

(۴۷)ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، رسائل ابن عربی کتاب حلیۃ الابدال، ترجمہ ابرار احمد شاہی، ابن عربی فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۸ ۹۴

(۴۸)ایضاً رسائل ابن عربی ۱۰۰۔ ۱۰۱

(۴۹)ایضاً ۱۰۳۔ ۱۰۴

(۵۰)ایضاً۔ ۱۰۴

(۵۱)مکی، ابوطالب، قوت القلوب جلد اول۔ مترجم مدنی علماء (شعبہ تراجم کتب) مکتبہ المدینہ کراچی ۲۰۱۳۔ ۵۶ ج

(۵۲)ایضاً۔ قوت القلوب ۵۹ ج۔